OPEN ACCESS
Al-Aẕvā الاضواء
ISSN 1995-7904 ;E 2415-0444
Volume 38, Issue, 59, 2023
www.aladwajournal.com

تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع کی فقہی حیثیت کا تجزیاتی مطالعہ

An Analysis of Legal Status (Jurisprudential Status) of Modern Sources of Currency

Mufti Saeed Ahmad (corresponding author)
Postdoc Fellow, IRI, IIU, Islamabad, Pakistan

Faraz Ahmad, Lecturer
Minhaj University, Lahore, Pakistan

Abstract

Human being has different needs for survival including food, clothes, and other social necessities. In this regard, it needs some medium of exchange; so it could fulfill its physical needs. As per chronological history, it has utilized different sources for this purpose including commodities, metal, gold, etc. Contemporary, it operates modern courses of currency such as plastic currency, credit cards, and digital currencies. Explicatory, the currency has two types such as real and assumed currencies. Real currency is gold/silver which needs no legal power while the assumed currency is in dire need of legal and political power. Clarifying, the assumed currency has also two types such as legal and illegal currencies. Those who have legal justification endorsed by an official Government of a State are considered legal currency; which is considered as a real currency/gold. Contrary, an assumed currency that is not endorsed/adopted by any State or Government is illegal. Concluding, there are three main modern currencies emerged worldwide respectively, plastic currency, credit cards, and digital currency. These types will not only be elaborated in the lines below but also a detailed discussion will be mentioned about their jurisprudential status (fiqhī status).

KEYWORDS

Currency; Modern sources of Exchange; Gold; Silver; Legal Currency; Illegal Currency; Jurisprudential status.

Date of Publication:
30-06-2023

تعارف موضوع

ہر انسان کی متعدد ضروریات ہیں جنہیں وہ اکیلے پورا نہیں کر سکتا بلکہ اسے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسروں سے اشیاء کے لینے دینے کی حاجت پیش آتی رہتی ہے۔ انسان کے اس فطرتی تقاضے نے اسے باہمی تبادلہ اشیاء کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے ترقی کرتے کرتے اسے زمانہ جدید کی ملٹی نیشنل کمپنیاں اور بین الاقوامی تجارتی نظام تک پہنچادیا ہے۔ ابتداء میں یہ تبادلہ بڑی سادھی شکل میں تھا جس میں کسی بھی جنس کو دوسری جنس سے تبدیل کر لیا جاتا تھا لیکن اس میں متعدد مشکلات کی وجہ سے انسانی دماغ اشیاء کے تبادلہ کے دیگر ذرائع کی طرف متوجہ ہوتا گیا جنہوں نے بعد میں مستقل نظامہائے زر و تجارت کی شکلیں اختیار کرلی۔ اشیاء کے تبادلہ کے لیے مختلف زمانوں میں مختلف اشیاء استعمال ہوتی رہیں۔ عرصہ کے بعد لوگ قدرتی طور پر اشیاء کے تبادلہ کے لیے خاص قسم کے سکوں Coins اور زر Money پر متفق ہو گئے۔ زر میں تین چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ زر خدمات Services و اشیاء کے تبادلہ کا ذریعہ ہو، اس سے اشیاء کی قدر و قیمت Value کا اندازہ لگایا جاسکے اور اس سے دولت کو محفوظ Reserve کیا جاسکے۔[1] جدید ذرائع تبادلہ اشیاء کو پوری طرح سمجھنے کے لیے قدیم ذرائع سے واقفیت ناگزیر ہے اس لیے زیر نظر مضمون میں تبادلہ اشیاء کے جدید و قدیم ذرائع اور تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع کی فقہی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

تبادلہ اشیاء کے ذرائع / زر کی حقیقت

زر / روپیہ Money اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں تین چیزیں پائی جائیں یعنی وہ خدمات Services و اشیاء کے تبادلہ کا ذریعہ ہو، اشیاء کی قدر و قیمت Value کا اندازہ لگایا جاسکے اور اس سے دولت کو محفوظ Reserve کیا جاسکے۔ عمومی معاشیات کی زبان میں زر Medium of Exchange ہے جو لوگوں میں معروف و مشہور ہو اور اسے قبولیت عام حاصل ہو، معیار قدر کا کام دے سکے اور قدر کے ذخیرہ کرنے یعنی Store of the Value میں مدد دے۔ جس کی مثالیں موجودہ کرنسی سکے وغیرہ ہیں۔[2]

ذرائع تبادلہ اشیاء / زر کی اقسام

تبادلہ اشیاء کے ذرائع کو عرف عام میں زر کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے لوگ باہم اشیاء کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔ زر / تبادلہ اشیاء کے ذرائع کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں یعنی زر حقیقی اور زر اعتباری۔ ان دو اقسام کی تفصیلات ذیل میں مذکور ہیں۔

زر حقیقی

سونے یا چاندی کے سکے یا ایسی کرنسی جس کی پشت پر واقعی زر حقیقی یعنی سونا اور چاندی موجود ہو۔[3] زر حقیقی اشیاء کے تبادلہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے ذرائع دولت محفوظ کہا جاسکتا ہے وہ سرمایہ اور دولت کی قدرValue کا پیمانہ بنتا ہے۔ اس کی خام حیثیت سے پیداوار قدرتی اور فطرتی ہوتی ہے۔ اس کا حصول انفرادی اور حکومتی دونوں طریقوں بذریعہ محنت وبچت ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس کی مالیت کا تعلق کسی خاص علاقے، خطے یا دنیوی جغرافیائی حد سے ہے بلکہ ہر جگہ اس کی مالیت کسی زمانہ Time کے ساتھ خاص نہیں ہوتی ہے۔ زر حقیقی کے خواص اور خصوصیات کسی حکومتی انقلاب اور تبدیلی اقتدار سے متاثر نہیں ہوتے ہیں۔ زر حقیقی مالداری فراہم کرتی ہے۔ زر حقیقی کی بچت Saving اپنی قدر Value زمانہ کے ساتھ ساتھ بڑھاتی ہے۔ زر حقیقی ہمیشہ دولت کے تحفظ کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس سے صاحب زر کو اپنی مالداری کے تحفظ کا احساس رہتا ہے۔ زر حقیقی کو دولت بننے اور تبادلہ اشیاء کا ذریعہ بننے کے لیے کسی حکومتی پشت پناہی، جبر و قانون کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی تبادلہ اشیاء کے لیے اسے کسی مزید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے لین دین کے لیے کسی بینک، ادارہ یا حکومت کو بوطر ضامن / گارنٹی دینے والے کو استعمال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ ان سے ڈھلے ہوئے سکوں Coins کی منسوخی کے باوجود ان کی اصل قیمت اور مالیت باقی رہتی ہے۔ حکومتی سطح پر بحیثیت آلہ تبادلہ اشیاء کی حیثیت کو ختم کرنے کے باوجود لوگوں میں ان کی مالیت پر اعتبار و اعتماد باقی رہتا ہے۔ ان کی بوسیدگی / پرانے ہونے سے نہ تو ان کی قدر Value میں کمی ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے متبادل کی ضرورت ہوتی ہے۔ زر حقیقی زوال پذیر نہیں ہوتا، جلنے، بھیگنے، دفن ہونے کے باوجود اس کی مالیت بر قرار رہتی ہے۔ اس سے بلا تکلف خدمات کا معاوضہ، اجرت، مزدوری، تنخواہ، کرایہ، حقوق کی ادائیگی کی جاسکتی ہے۔ زر حقیقی مزید دولت تخلیق کی بھی صلاحیت ہوتی ہے۔

زر اعتباری

زر اعتباری سے مراد وہ زر / تبادلہ اشیاء کے ذرائع جو بذات خود زر نہیں بلکہ ان کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی کسی قانون یا ضابطہ کے تحت اس کو بھی زر تسلیم کیا جاتا ہے۔ بینک ڈرافٹ، کفالتیں، چیک، پرائز بانڈز اور دیگر ڈیجیٹل کرنسیاں چونکہ یہ سب بڑے بڑے لین دین میں مارکیٹ میں گردش کرتے ہیں اس لیے انہیں زر اعتباری کہا جاتا ہے۔ ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ زر اعتباری کی بھی دو اقسام ہیں یعنی زر اعتباری قانونی اور زر اعتباری غیر قانونی۔ ان دو اقسام کی تفصیلات ذیل میں درج کی گئی ہیں۔

- زر اعتباری قانونی

اس سے مراد وہ کرنسیاں ہیں جنہیں حکومتی حکم و جبر سے تبادلہ اشیاء کا ذریعہ، پیمانہ قدر (عارضی طور پر) حفاظت مال کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ ان پر عوام کا اعتماد حکومتی یقین دہانی یا جبر سے پیدا ہوتا ہے۔ ان میں مالیت کا احساس صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی پشت پر حکومتی دباو اور مضبوط بینکاری نظام ہے۔[4] حکومتیں اور سینٹرل بینک ان کے زر ہونے کو نہ صرف تسلیم کرتی ہیں بلکہ اس کو لیگل سٹینڈرڈ بھی قرار دیا ہے۔ ان کی قدر Value مقرر ہوتی ہے اور ان کا مستقل وجود ہوتا ہے۔ اسٹاک مارکیٹ میں رجسٹرڈ ہوتی ہیں جن میں ڈیمانڈ اور سپلائی کے اصول کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

- زر اعتباری غیر قانونی

اس سے مراد وہ کرنسیاں ہیں جو یا تو بینک جاری کرتے ہیں جیسے بینک ڈرافٹ، بینک چیک، بانڈز وغیرہ اور یا وہ کرنسیاں جو دور جدید کی پیداوار ہیں جیسے ڈیجیٹل کرنسی کی تمام اقسام وغیرہ۔ ان کو زر اعتباری غیر قانونی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک تو ان کی پشت پر کوئی معدنی حقیقت نہیں ہوتی ہے دوسرا حکومت انہیں زر تسلیم نہیں کرتی بلکہ دنیا کے بہت سارے ملکوں نے انہیں خلاف قانون قرار دیا ہے۔ تیسرا عام طور پر ان کا اپنا کوئی ظاہرہ وجود نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی مرکزی بینک انہیں جاری کرتا ہے اور نہ ہی ان کو حکومت اور سینٹرل بینک تسلیم کرتا ہے بلکہ خلاف قانونی افراد اور ماہرین اسے فرضی طور پر تصور کرتے ہیں اور کسی خاص فرد یا حکومت یا بینک کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ یہ مکمل تصوراتی کرنسی ہوتی ہیں۔

تبادلہ اشیاء کے قدیم ذرائع

انسانوں نے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے سب سے پہلے خرید و فروخت کے لیے اشیاء کے باہمی تبادلہ کا نظام وضع کیا جسے بارٹر سسٹم Barter System کہا جاتا ہے لیکن اس میں چند مشکلات ہیں مثلاً دو طرفہ مشترکہ ضروریات کے حاجت مند تلاش کرنا، بھاری بھر کم اشیاء کا نقل و حمل، اشیاء کو محفوظ رکھنا وغیرہ۔ اس لیے لوگ خود ہی زر بضاعتی Commodity Money یعنی کچھ مخصوص اشیاء کو تبادلہ کا معیار قرار دینے کے نظام کی طرف منتقل ہوئے جس میں مختلف اشیاء معیار Standard بنایا گیا مثلاً چاول، گندم، چمڑے، موتی، نمک اور قیمتی پتھر وغیرہ۔ یہ نظام بھی دیر پا ثابت نہ ہوا اور لوگوں نے چند قیمتی معدنی دھاتوں سے خرید و فروخت شروع کر دی جو بعد میں Metal Money System کہلایا اور مختلف تذیبوں میں قیمتی دھاتی سکوں کا رواج رہا لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان دھاتوں میں پھر سونا / چاندی کو اولین حیثیت حاصل ہوگئی۔ ان سے یا ان سے بنے ہوئے سکوں (درہم و دینا) کا رواج پایا گیا جو Gold Spices System کہلایا۔ اس نظام سے زر اصل / حقیقی نے استحکام پکڑا اور لین

دین کی سابقہ زمانہ کی مشکلات دور ہو گئیں۔ زمانہ اسلام نے صدیوں قبل اس نظام نے اپنا تسلسل بر قرار رکھا یہاں تک کہ دور نبوی ﷺ، دور خلفاء راشدین، دور بنو امیہ، دور بنو عباس، سلطنت عثمانیہ، اور اس کے بعد تک یہی نظام چند ظاہری تبدیلیوں کے ساتھ جاری رہا۔ تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع سے قبل حکومتوں نے چند جوہری تبدیلیوں کے ساتھ اسی طریقہ کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ انسانیت تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع میں داخل ہو گئی۔

تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع

ہمیشہ سے دنیا میں سونا محدود مقدار میں رہا ہے۔ اس کی قدر و قیمت بھی مستحکم رہی ہے۔ یہ ممکن رہا ہے کہ کس ملک کی فتوحات یا کسی جگہ سونے کی کان Gold Mine کی دریافت کی وجہ سے محدود وقت اور محدود خطے میں اس کی کثرت ہوئی ہو لیکن پھر بھی اشیاء ضرورت اور خریداری کی وجہ سے سونے کی بڑی مقدار تاجروں کے پاس پہنچ جاتی تھی اور عام لوگوں کے پاس اس کی مقدار محدود ہو جاتی تھی۔ اس لیے لوگ عموماً ضروریات زندگی اور ضروری حوائج ہی خرید سکتے تھے جن سے تجارت اور دیگر پیشوں میں تحدید رہتی تھی۔ صدیوں تک انسانی اور معاشی زندگی کا سفر یوں ہی جاری رہا پھر زمانہ جدید کی معاشی سرگرمیوں نے انسان کو ان جدید ذرائع تبادلہ اشیاء تک پہنچا دیا جن میں ایک اہم اور رائج الوقت چیز کاغذی کرنسی ہے اور دوسری چیز جس کی طرف دنیا کا بڑا ترقی یافتہ علاقہ منتقل ہو چکا ہے وہ کریڈٹ کارڈز ہیں جبکہ ماضی قریب میں ایک تیسری جدید ترین شکل اشیاء کے تبادلہ کی ڈیجیٹل کرنسی Digital Currency ہے جو اپنے بالکل ابتدائی دور ایجاد سے گزر رہی ہے۔ ان تینوں ذرائع کا سطور ذیل میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

1. کاغذی کرنسی

لوگ اپنا سونا حفاظتی بندوبست کی غرض سے سناروں اور صرافوں کے پاس رکھوانے لگے۔ سنار اور صراف چونکہ سونے کی بڑی مقدار کے مالک ہوتے تھے۔ اور اپنے پاس سونے کی حفاظت کا مناسب بندوبست رکھتے تھے تو لوگوں سے جمع شدہ سونے / چاندی کی مقدار، قدر و قیمت، جمع کرانے کی تاریخ، سونے و چاندی کی نوعیت (ڈلی و برتن) کی تفصیلات رسید کی صورت میں مالک کو دے دیتے اور واپسی کے مطالبہ پر رسید دیکھ کر مالک کو اس کی مالیت واپس کر دیتے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ان پر اعتماد ہو گیا اور معاشرے میں ان کی حیثیت محض سنار و صراف کی نہیں رہی بلکہ بینک کے لاکر Locker کی ہو گئی۔ اب ایک طرف تو سنار اس حفاظتی بندوبست پر لوگوں سے کچھ قیمت وصول کرتے دوسری طرف بازاروں میں ان کی طرف سے دی جانے والی رسیدیں بطور علامتی زر کے استعمال ہونے لگیں۔ لوگوں نے ان رسیدوں کے ذریعہ خرید و فروخت، وصولیاں اور ذمہ داریوں کی ادائیگی شروع کر دی۔ اور یہی رسیدیں زر کی علامت کے طور پر معروف ہو گئیں۔ صراف اور سنار اپنے پاس رکھے ہوئے امانتی سونے کو مطالبہ پر واپس ادا کرنے کے پابند ہوتے تھے۔ دوسری طرف جب سناروں نے دیکھا کہ لوگ اپنے سونے

اور چاندی کی رسیدوں سے زیادہ آسانی سے اپنے امور چلا لیتے ہیں اور ان سے سونے و چاندی کی واپسی کا مطالبہ بھی کم کرتے ہیں یا زیادہ عرصہ کے بعد کرتے ہیں تو انہوں نے سونے و چاندی کی کچھ مقدار اپنے پاس محفوظ رکھنے کے بعد بقیہ کو قرض کے طور پر دینا شروع کر دیا جس کی باضابطہ تحریری دستاویز تیار کی جاتیں۔ اس طریقہ سے کرنسی کی ابتداء ہوئی اور کاغذی کرنسی اس سونے و چاندی کی رسیدیں ہوتی تھیں جو ان صرافوں کے پاس بطور امانت رکھا ہوتا تھا۔

اگرچہ کاغذی کرنسی کی متعین طور پر تاریخ کا آغاز و ایجاد بتانا مشکل ہے۔ تاہم ساتویں صدی عیسوی میں اہل چین کے ہاں ایسی کاغذی ڈرافٹ یا نوٹ رائج ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے چین میں رائج نوٹوں کا ذکر کیا ہے۔ ابن بطوطہ کا سفر چین 1324ء اور 1355ء کے درمیانی زمانہ میں ہوا تھا۔[5] ابن بطوطہ نے چینی کرنسی کے بارے جو مشاہدہ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چینی کاغذی کے ٹکڑوں کے عوض لین دین کیا کرتے تھے۔ کاغذ کے یہ ٹکڑے ایک بالشت کے برابر ہوتے تھے۔ شاہی مطبع (مہر لگانے کا دفتر) کاغذ کے نوٹ چھاپتا تھا۔ کاغذی نوٹ اگر پرانے ہو جاتے یا پھٹ جاتے تو انہیں تبدیل کرایا جا سکتا تھا۔[6] علامہ ابن مقریزی نے بھی چینی نوٹوں سے بغداد کے بازاروں میں لین دین ہوتے دیکھا۔[7] جاپان میں بھی چودھویں صدی عیسوی میں کرنسی نوٹوں کے اجراء کے قرائن ملتے ہیں۔ یورپ میں سٹاک ہام بینک آف سویڈن نے 1661ء میں کاغذی نوٹوں کو جاری کیا۔ انگلینڈ میں 1696ء کے عرصہ میں کرنسی نوٹ جاری ہوئے۔ ہندوستان میں 1825ء میں بینک آف کلکتہ نے کاغذی نوٹ جاری کیا۔ چونکہ ان کاغذی رسیدوں سے سہولت حاصل ہو گی۔ تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔ ان کا نقل و حمل آسان تھا اور انہیں لوگوں میں مقبولیت حاصل ہو گی تو بینک آف انگلینڈ[8] نے انہیں جاری کرنے کی ذمہ داری لے لی۔ بینک آف انگلینڈ ان کرنسی نوٹوں کے بدلے حامل کو ان پر درج شدہ مقدار ادا کرنے کا پابند تھا۔ یہ نظام مستحکم اور غیر لچکدار طریقے دنیا میں ایک طویل عرصہ تک رائج رہا۔ اس نظام کے ذریعے ہر ملک اپنی برآمدات بڑھانے کی کوشش کرتا تھا۔ کرنسی کی قدر کم کرنے سے زر کی مقدار بڑھ جاتی جس سے افراط زر کا خطرہ پید ہو جاتا ہے۔ اس کو روکنے کے لیے ان کاغذی رسیدوں یا نوٹوں کو سونے سے الگ کرنے کی پالیسی پر کام شروع ہوا۔ زر کی اس طرح کی بنیاد جو 1694ء میں رکھی گئی تھی۔ اس بنیاد کے 250 سال بعد 1944ء میں علیحدہ کرنے کا پلان بنایا گیا اور برٹن ووڈ Breton Wood کانفرنس میں خاص تصورات اور مستقبل کے مقاصد کے لیے طے کیا گیا کہ کرنسی کو سونے سے الگ کر دیا جائے تاکہ برآمدات بڑھیں اور ساتھ ہی افراط زر پیدا نہ ہو چنانچہ 1971ء میں کرنسی نوٹوں کو سونے سے الگ کر دیا گیا۔ پاکستان میں مالیاتی نظام کا آغاز 1948 میں سٹیٹ بینک آف پاکستان، کراچی سے ہوا۔ پہلی مرتبہ 1948 میں پانچ، دس اور سو روپے کے نوٹ برطانوی فرم میسرز ڈی لاروا اینڈ کمپنی کی مدد سے جاری ہوئے۔ 1949 میں ایک اور دو روپے کے نوٹ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر زاہد حسین کے دستخط سے شائع ہوئے۔

1957 میں سو 100 کی مالیت کا نوٹ بانی پاکستان محمد علی جناح کی تصویر سے شائع ہوئی۔ 1961 میں اعشاری سکے جاری ہوئے یعنی پانچ پیسے، دس پیسے کے سکے جس سے اکنی، دونی، چونی کی قانونی حیثیت ختم کر دی گئی۔ 1982 میں پہلی مرتبہ پانچ، دس، پچاس اور سو روپے کے نوٹ جاری کیے جن پر سے بنگالی زبان کی عبارتیں حذف کر دی گئیں اور اردو میں " رزق حلال عین عبادت ہے " کی عبارت طبع کی گئی۔ 1986 میں 500 روپے کا نوٹ اور 1987 میں 1000 روپے کا نوٹ جاری ہوا۔ 2006 میں پاکستان کی تاریخ کے سب سے بڑے کرنسی نوٹ جو کہ 5000 روپے کی مالیت کا بھی جاری ہوا۔ اس پر اس وقت کے سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر کا شمشاد اختر کے دستخط تھے۔

2. کریڈٹ کارڈز

بعض محققین نے کریڈٹ کارڈ کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں یہ کہا ہے کہ کریڈٹ کی ابتداء 1914ء اس وقت ہوئی جب کچھ ہوٹلوں نے کسٹمر کو ادائیگی کی سہولت فراہم کرنا چاہی۔ اس کے بعد پٹرولیم کمپنیوں نے بھی انہیں جاری کر دیا۔ 1949ء ڈاینر کلب Dinner Club نے یہ کارڈ جاری کئے۔ اس زمانہ میں امریکن ایکسپریس اور کارٹ بلانچ Cart Blanch اور کمرشل بینکوں میں بھی کارڈ کا سلسلہ شروع ہوا۔ 1951ء میں امریکہ میں کارڈ جاری کرنے والے بینک 100 سے زائد وجود میں آئے[9] جبکہ شیخ فتحی شوکت مصطفیٰ العرفات لکھتے ہیں کہ 1970ء میں کریڈٹ کا بنیادی تصور یہ ہے کہ بینک آسان طریقہ سے قرض دے کر زیادہ فائدہ اٹھائے۔ اسی اثناء میں بینکوں کی ایک کوآپریٹو تنظیم بنی جس کے ذریعہ بینکوں نے ویزا کارڈ Visa Card جاری کیا جو اب تک رواج پانے والے کارڈز میں سب سے زیادہ ہے۔[10] نور احمد شاہتار صاحب نے لکھا ہے کہ 1914ء میں سب سے پہلے امریکن ویسٹرن یونین نامی کمپنی نے خاص کسٹمرز کو ادائیگی کی سہولت کے لئے کارڈ جاری کئے۔ 1917ء میں ہوٹلز، تجارتی مراکز اور پٹرول کمپنیوں نے کچھ خاص کارڈز ایشو کئے۔ 1924ء میں کیلی فورنیا میں پٹرولیم کارپوریشن نے عمومی سطح پر کریڈٹ کارڈز جاری کئے۔[11] ڈاکٹر الفری محمد علی بن عبد لکھتے ہیں کہ 1955ء میں فرسٹ نیشنل بینک آف بوسٹن First National Bank of Boston نے دنیا کے سامنے کریڈٹ کارڈ کا ایک نیا تصور پیش کیا کہ بینک صارفین کو مشینوں کے ذریعہ قرضے فراہم کرے اور کارڈ ہولڈر کے چیک پر لکھی ہوئی رقم کی ادائیگی کی ضمانت بھی بینک قبول کرے۔[12]

امریکہ کے سب سے بڑے بینک Bank of America نے 1959ء میں کریڈٹ کارڈ جاری کیے اور دیگر بینکوں کے نام کریڈٹ کارڈ جاری کیا اور اس کے تمام معاملات کی نگرانی کے لئے ایک مستقل ادارہ تشکیل دیا۔[13] امریکہ میں بینکوں کی باہمی تعاون پر مشتمل تنظیم نے ماسٹر کارڈ ایجاد کیا جو عوام میں بہت مقبول ہوا۔ 1977ء میں اسی تنظیم نے ویزا کارپوریشن کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا جس نے Visa کے نام سے کریڈٹ کارڈ جاری کیا۔

امریکن ایکسپریس نے یوروکارڈ Euro Card جاری کیا۔[14] بعد ازاں کریڈٹ کی مقبولیت، رواج، سہولت کاری، حفاظت مال کا سبب ہونے کی وجہ سے کارڈ جاری کرنے والے ادارے مستقل کمپنیوں کے ممبر بنے۔ اصول وضوابط وضع ہوئے اور ان خدمات Services سے مذکورہ بالا کمپنیوں نے اجرت اور فیس کی وصولی سے سرمایہ کاری شروع کردی اور کئی قسم کے کارڈ مارکیٹ میں لائے گئے چنانچہ مذکورہ بالا کے علاوہ ویزا انٹرنیشنل Visa International، امریکن ایکسپریس American Express، ایکس پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیاں Access Private Limited Companies، برطانیہ کے لوئڈاس بینک Lovidas Bank، میڈلائنڈ بینک Maidland Bank، نارتھ ویسٹرن بینک North Western Bank، نیشنل بینک آف سکاٹ لینڈ National Bank of Scotlandاور بارکلیزبینک Bar Clays Bank بھی مختلف کارڈز جارہ کرتے ہیں جن میں ویزا سلور کارڈ Visa Silver Card، گولڈن کارڈ Visa Golden Card، ویزا الیکٹرونک کارڈ، امریکن ایکپریس کارڈ، امریکن ایکسپریس گرین کارڈ، امریکن ایکسپریس گولڈن کارڈ، امریکن ایکسپریس ڈائمنڈ کارڈ، ماسٹر کارڈ، بارکلیز کارڈ رینٹل کارڈ وغیرہ اور پھر ہر ملک نے مقامی سطح پر اپنے اپنے بینکوں کے کارڈز کا اجراء کردیا۔

3. ڈیجیٹل کرنسی

ڈیجیٹل کرنسی کو برقی زر / پیسہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ ایک فرضی کرنسی Medium of Exchange ہے جو مشینی آلات سے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی کوئی ظاہری حالت نہیں ہوتی۔ یہ اعداد وشمار کا مجموعہ ہے۔ اسے حکومت / بینک کے بجائے کمپیوٹر کے ایک غیر مرکزی بینک کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے جسے بلاک چین Block Chain کہا جاتا ہے۔ یہ ایک اصطلاح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سرمایہ کاری کا ایک ڈیجیٹل نظام جو کمپیوٹر سسٹم کے ایک غیر مرکزی نیٹ ورک سے جڑا ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہونے والے لین دین کی شفافیت، اعتماد، توثیق اور تصدیق کرتا ہے۔ تاہم اپنی پیچیدگی، بوجھل پن اور مہنگا ہونے کی وجہ سے زیادہ معروف نہیں ہے۔ اس کے ذریعہ لانچ کی جانے والی فرضی کرنسی کو 3 جنوری 2009 میں سب سے پہلے متعارف کرایا گیا۔ یہ ادائیگی کا ایک ایکٹرانک سسٹم ہے جو کمپیوٹر، سمارٹ فون، اور انٹرنیٹ جیسی ٹیکنالوجی سے صارفین میں منتقل کی جاسکتی ہے۔ اس فرضی کرنسی کا بنیادی تصور سوش ناگاموتو ایک نامعلوم شخص یا اس طرح کے کچھ افراد و گروپ نے پیش کیا کہ ایک ایسی کرنسی یا نظام متعارف کرایا جائے جو سونے کی طرح کسی سنٹرل بینک کی ضمانت کا محتاج نہ ہو بلکہ خرید و فروخت صرف خرید و فروخت صرف خریدار تاجر کے درمیان ہو چنانچہ ڈیجیٹل لرنسی کا نظام وجود میں آیا جو بغیر مرکزیت، شفافیت، تغیر پذیری اور بین الاقوامیت کے خصوصیات کا حامل ہے۔ جدید ریاضیاتی نظام Logarithm پر کام کرتا ہے جس کی سب سے اہم خصوصیات صارفین کی شناخت کی رازداری Confidentiality، ٹرانزیکشن کی درستگی ہے کیونکہ اس نظام میں خفیہ اور پیچیدہ کوڈنگ Coding جسے کرپٹوگرافی Cryptography کہا جاتا ہے۔ یہ

بنیادی طور پر فیٹ کرنسی Fiat Currency جسے نوٹوں یا کسی اور شکل میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دراصل ایک نظام قدر System of Value ہے۔ اس کے خریدار قدر بڑھنے کی توقع سے اسے خریدتے ہیں جس طرح عام کمپنی کے شیرز ان کی قیمت بڑھنے کی توقع پر خریدے جاتے ہیں لیکن کرپٹو کرنسی میں عام کمپنیوں کی طرح موجود سرمایہ Physical Asset کا نظام نہیں ہے بلکہ اس کا مکمل انحصار مزید خریدنے کے امکان اور قدر میں اضافہ کے امکان پر ہوتا ہے۔ ڈیجیٹل کرنسی میں سب سے پہلی اور مشہور کرپٹو کرنسی / بٹ کوائین ہے جو 2009 میں لانچ ہوئی۔ اس کے بعد بہت ساری کرپٹو کرنسیز وجود میں وجود میں آئیں جو ایک دوسرے سے کچھ امتیازی خصوصیت رکھتی ہیں جیسے ایتھر و کوئین، واش، بناس Binace، لائٹ کوئین، مونارو، ربل وغیرہ۔

تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع کی فقہی حیثیت

تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی کاغذی کرنسی، کریڈٹ کارڈز اور ڈیجیٹل کرنسی ذیل میں ان اقسام کی فقہی حیثیت پر بحث درج ہے۔

1. کاغذی کرنسی کی فقہی حیثیت

کاغذی کرنسی کی فقہی حیثیت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔

پہلی رائے

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ کرنسی نوٹ اس بات کی دستاویز ہیں کہ نوٹ کے حامل نے نوٹ جاری کرنے والے ادارہ سے اتنی مقدار کا سونا یا چاندی وصول کرنا ہے کیونکہ ہر بڑے نوٹ پر یہ تحریر ہوتا ہے "حامل ھذا کو مطالبہ پر ادا کیا جائے گا"۔ علامہ محمد امین شنقیطی نے لکھا ہے کہ

> وانها سند بفضة وان المبيع المفضه التى هى سند بها ومن قرء المكتوب عليها فهم صحة ذلک وعليه فلا يجوز بيبعها بذهب ولا فضة ولو يدا بيداء بعدم المناجزة بسب غيبة الفضة امرفوع لسندها[15]

اور یہ نوٹ چاندی کے دستاویز ہیں اور بیچی گئی چیز چاندی ہے اور یہ اس کی سند / رسید ہیں۔ اس پر لکھی ہوئی عبارت پڑھنے سے اس رائے کا درست ہونا معلوم ہوگا۔ اسی لیے ان نوٹوں سے سونا یا چاندی کے بدلہ جائز نہیں چاہے نقد ہو کیونکہ یہ جس چاندی کی رسید ہیں وہ موجود نہیں لہٰذا دو طرفہ قبضہ مجلس عقد میں نہیں ہوا۔[16]

دوسری رائے

کچھ محققین کے نزدیک نوٹ / کرنسی بذات خود سامان / عروض ہیں چنانچہ علامہ شنقیطی مالکی فقیہ علیش مصری کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

> وممن افتىٰ بانها كعروض التجارة العالم المشهور عليش المصرى صاحب النوازل [17]

یعنی بعض حضرات نے نوٹوں کو سامان تجارت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ ان میں نوازل کے مصنف علامہ علیش بھی ہیں۔

تیسری رائے

ایک رائے یہ بھی ہے کہ کرنسی نوٹ سونے اور چاندی کا تبادلہ ہیں کیونکہ ان کی اصل سونا اور چاندی ہے جو ان کی پشت پر زر ضمانت کے طور پر ہیں۔[18]

چوتھی رائے

کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ کرنسی نوٹ زر اصطلاحی ہیں جس طرح دھاتی سکوں کی حیثیت تھی۔ فقہاء نے لکھا ہے۔الرابع هو سلعة بالاصل وثمن بالاصطلاح كالفلوس[19]

پانچویں رائے

ایک رائے یہ بھی ہے کہ کاغذی نوٹ اور کرنسی اب سونے یا چاندی کی طرح مستقل زر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زر حقیقی کی تمام خصوصیات ان میں پائی جاتی ہیں کہ یہ تبادلہ کا ذریعہ، قیمتوں کی پیمائش کا ذریعہ، قابل ذخیرہ ہیں۔ زر کی حقیقت اور یہ خواص اس سے قبل ذکر ہو چکے ہیں۔ اکثر معاصر علماء کی یہی رائے ہے۔

کاغذی کرنسی کی فقہی حیثیت

کاغذی کرنسی کے بارے میں معاصر فقہاء کا راجح قول یہ ہے کہ یہ مستقل کرنسی ہے اور سونے / چاندی کی طرح زر ہیں۔ ان پر وہ تمام شرعی احکام جاری ہوں گے جو سونے اور چاندی کے بارے میں ہیں۔ اور تجارتی معاملات میں یہ زر حقیقی کی طرح ہیں۔ یہ رائے قرین قیاس ہونے اور مصالح العباد کی حفاظت کا ذریعہ ہونے کے باوجود یہ کہنا کہ کاغذی کرنسی زر حقیقی کی طرح مستقل زر ہے یہ حقیقت کے منافی ہے کیونکہ اس وقت اس کی موجودہ حیثیت صرف نظام کے جبر اور دباؤ کی وجہ سے ہے۔ جیسے ہی اس نظام نے کوئی اور جہت اختیار کی تو کاغذی کرنسی اپنی حیثیت کو برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ لہٰذا اسے صرف تبادلہ اشیاء کا موجودہ قانونی ذریعہ کہا جاسکتا ہے مگر مستقل زر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

کریڈٹ کارڈز کی فقہی حیثیت

کریڈٹ کارڈ Credit Card سے مراد وہ پلاسٹک کارڈ ہے جو کسی کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کی طرف سے مخصوص ادائیگی کے نظام کے صارفین کو جاری کیا جاتا ہے۔ صارفین اسی کے ذریعہ اشیاء اور خدمات حاصل کرسکتے ہیں جن کی ادائیگی کا وعدہ ادارہ نے کیا ہوا ہے۔ صارفین ادارہ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو مدت معین میں طے شدہ شرائط سے واپسی کرتے ہیں۔[20] کریڈٹ کارڈ کی بنیاد طور پر دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ کارڈ ہولڈر کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اکاونٹ میں کچھ رقم ہو تب بینک اسے کارڈ جاری کرے گا۔ اسے ڈیبٹ کارڈ Debit

Card جسے عربی میں بطاقۃ المغطاۃ کہتے ہیں جو چیک بک والا کرتی ہے اور اس کے استعمال کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے جبکہ دوسرا کارڈ ہولڈر کے اکاونٹ میں پیشگی رقم ہونے کی شرط کے بغیر جاری کیا جاتا ہے اسے کریڈٹ کارڈ Credit Card اور بطاقۃ غیر مغطاۃ کہتے ہیں۔ اس کے استعمال کی فقہی حیثیت پر فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔

کریڈٹ کارڈ بصورت قرض

کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے ایک اس کا استعمال بصورت قرض ہے یعنی کارڈ ہولڈر بینک سے درخواست کرتا ہے کہ میری خریداری کی صورت میں جو ثمن اور قیمت میرے ذمہ ہوں گے وہ آپ ادا کریں گے جو مجھ پر قرض ہو گا کیونکہ کارڈ ہولڈر کے اکاونٹ میں پیشگی کوئی رقم جمع شدہ نہیں ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں

واذا امر رجلاً بان ينقد عنه فلانا الف درهم اداها رجع بها على، الامر لان هذا الامر استقراض من المامور [21]

اور اگر کوئی شخص کسی کو حکم دے کہ فلاں کو ایک ہزار درھم دے دو اس نے ادا کر دیا تو وہ حکم دینے والے سے واپس لے گا کیونکہ یہ حکم دراصل مامور سے قرض طلب کرتا ہے اور قرض حقیقت میں احسان کرنا اور بدلہ میں اضافہ نہ لیے کا نام ہے لیکن بینک کبھی بھی کوئی چیز بغیر اجرت کے نہیں دیتے اور نہ ہی احسان کرتے ہیں۔ اگر قرض دیں بھی تو واپسی میں زائد رقم لازمی شرط ہوتی ہے بلکہ اس کے شرط کے بغیر کوئی بینک کبھی کسی ضرورت مند کو قرض نہیں دیتا اور یہ اضافہ سود ہے۔ معلوم ہوا کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ دی جانے والی سہولت قرض نہیں ہے۔ یہ بینک سے لیا جانے والا عمومی لون Loan والا معاملہ ہے جس کے سودی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

کریڈٹ کارڈ بصورت وکالہ

کچھ اہل علم کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ حاصل شدہ سہولت کو وکالہ کہتے ہیں۔ کیونکہ کریڈٹ کارڈ کے استعمال میں وکالہ کی صورت تو یوں ہے کہ گویا کارڈ ہولڈر متعلقہ بینک کو اس بات کا وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کارڈ کے ذریعہ خرید و فروخت کرے گا اور اس خرید و فروخت کی وجہ سے اس پر جو ثمن اور قیمت ادا کرنا لازم ہو گی وہ بینک ادا کرے۔ بعد میں صارف یہ رقم بینک کو واپس لوٹا دے گا۔ چنانچہ اس معاہدہ میں اگر غور کیا جائے تو عقد وکالہ کے تمام ارکان پائے جاتے ہیں کہ بینک وکیل ہے۔ کارڈ ہولڈر موکل ہے خریداری کی قیمت اور ثمن موکل فیہ ہے جبکہ یہاں بینک دو طرفہ وکیل ہے کہ کارڈ ہولڈر کا وکیل تو اس پر ثمن کی ذمہ داریوں کی ادائیگی ہے جبکہ تاجر کی طرف سے وکیل یوں ہے کہ بینک اسے فروخت شدہ سامان کے ثمن وصولکر کے پہنچائے گا۔ چونکہ وکالہ پر اجرت جائز ہے تو بینک دو

طرفہ عاقدین سے اپنی ان سروسز کی اجرت اور فیس بھی لیتا ہے۔البتہ اس معاہدہ کو وکالہ قرار دینے پر کچھ فقہی اعتبار سے کچھ چیزیں قابل توجہ ہیں۔

وکالہ کے معاہدہ میں وکیل کو ذمہ داریوں (دیون) کی ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جیسے فقہاء نے لکھا ہے۔

لکن لایجب علیه فان امتنع لایجره الموکل علیٰ هذه الافعال لانه متبرع فی العمل [22]

یعنی وکیل پر یہ کام واجب نہیں لہٰذا اگر وہ اس کی ادائیگی سے انکار کردے تو موکل اسے مجبور نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ایسے افعال میں احسان کرنے والا ہے (اور احسان کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا) جبکہ کریڈٹ کارڈ کے معاہدہ میں کارڈ جاری کرنے والا ادارہ یعنی وکیل موکل / کارڈ ہولڈر کی طرف سے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر قانوناً مجبور ہوتا ہے۔

وکالہ میں بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام یا ذمہ داری جو انسان خود کر سکتا ہے اس میں دوسرے کو اپنا نائب بنا سکتا ہے۔وکل عقد جاز ان یعقد بنفسه جاز ان یوکل به [23]

لیکن کریڈٹ کارڈ والے معاملہ میں کارڈ ہولڈر قانونی طور پر تاجر کو خود ادائیگی نہیں کر سکتا۔

کریڈٹ کارڈ بصورت حوالہ

کچھ اہل علم نے کریڈٹ کارڈ کی فقہی حیثیت حوالہ قرار دی ہے کیونکہ فقہی اعتبار سے حوالہ کی تعریف یوں ہے۔ نقل الدین من ذمة المحیل الی ، ذمة المحال علیه [24]

یعنی حوالہ دین کو محیل (مقروض) کے ذمہ سے محال علیہ (جس کی طرف ادائیگی کی گئی ہے) کے ذمہ کی طرف منتقل کرنا۔

کریڈٹ کارڈ میں حوالہ کا معاملہ یوں ہے کہ کارڈ ہولڈر تاجر سے خریدی ہوئی چیز کی قیمت کی وصولی کے لیے اسے کارڈ جاری کنندہ بینک کے حوالہ کرتا ہے جبکہ تین طرفہ معاہدہ کی وجہ سے تاجر کارڈ ہولڈر سے ثمن کا مطالبہ نہیں کرتا تاہم بعض اہم فقہی تحفظات واعتراضات کی وجہ سے اس معاملہ کو حوالہ قرار دینا مشکل ہے۔

ایک تو اس لیے کہ حوالہ میں ضروری ہے کہ محتال علیہ جس کی ثمن کی ادائیگی حوالہ کی گئی ہے۔ہر محیل (تاجر کا مقروض) اس معاملہ سے قبل مقروض ہونا ضروری ہے ورنہ تو محتال علیہ دراصل کفیل ہو گا۔اور کریڈٹ کارڈ کی اس فقہی تکییف Classification میں تو مفروضہ ہی یہی ہے کہ کارڈ جاری کنندہ کے پاس کارڈ ہولڈر کا کوئی بیلنس نہیں ہے۔دوسرا یہ کہ جب حوالہ کا عقد مکمل ہو جاتا ہے تو محیل (مقروض) قرض کی ادائیگی سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔اور اس کے قرض کی ادائیگی محتال علیہ پر آجاتی ہے۔چند ناگزیر وجودہ[25] کے بغیر اس سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ درست نہیں جبکہ کریڈٹ کارڈ کے معاہدہ میں کارڈ ہولڈر صرف کارڈ کے استعمال (یعنی حوالہ) سے بری الذمہ نہیں ہوتا۔علامہ صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔

واذا تمت الحواله یری المحیل من الدین بالقبول ولم یرجع علیه المحتال [26]

یعنی اور جب حوالہ مکمل ہو جائے تو محیل دین سے بری ہو جائے گا اور محتال (قرض خواہ یا تاجر) کریڈٹ کارڈ سے معاملہ کو حوالہ قرار دینا ممکن نہیں۔

کریڈٹ کارڈ بصورت کفالہ

بعض فقہاء نے یہ معاہدہ کفالہ قرار دیا ہے۔ بینک اپنے معاہدہ کی رو سے تاجر کو ان تمام رقوم اور خریداریوں کی قیمت ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے جو کارڈ ہولڈر پر ہوتی ہیں تو یہ بینک کی کارڈ ہولڈر کے لیے مالی کفیل ہونے کی حیثیت بنتی ہے۔ چنانچہ کفالہ کی جو حقیقت فقہاء نے ذکر کی ہے وہ یہاں موجود ہے۔

الكفاله وهو ضم ذمة الكفيل الى ذمة الاصيل فى المطالبه وتجوز بالنفس والمال والكفالة بالمال جائزة اذا كان ديناً صحيحاً ---ويجوز تعليق الكفالة بشرط ملائم [27]

یعنی کفالہ میں اصیل (مقروض) کے قرض کی ذمہ داری کفیل پر آتی ہے کہ کفیل سے ہی مطالبہ ہو گا اور کفالہ جان و مال دونوں کی جائز ہے۔ البتہ مال میں اس قرض کی جائز ہے جس کو دین صحیح [28] کہا جاتا ہے اور کفالہ میں شریعت کی رو سے مناسب شرائط عائد کرنا بھی درست ہے۔ جن اصحاب علم نے کریڈٹ کارڈ اس کی Classification کو ترجیح دی ہے ان کی رائے یہ ہے کہ اس میں کفالہ کا مفہوم ہر اعتبار سے منطبق ہو رہا ہے۔

1. کفالہ میں تین فریق میں معاہدہ ہوتا ہے۔ اصیل، کفیل اور مکفول لہ جبکہ کریڈٹ کارڈ میں تین فریق ہوتے ہیں۔ کارڈ ہولڈر (اصیل)، کارڈ جاری کنندہ بینک (کفیل) اور تاجر (مکفول لہ)
2. کفالہ میں اصیل پر قرض کی ذمہ داری کفیل کے ذمہ آجاتی ہے۔ یہاں بھی اصیل یعنی کارڈ ہولڈر کا قرض کفیل یعنی کارڈ جاری کنندہ کے ذِمہ آجاتا ہے۔
3. کفالہ میں دائن/قرض خواہ/تاجر/مکفول لہ کو اور اصیل دونوں سے اپنے قرض کی واپسی کے مطالبہ کا حق ہتا ہے۔ الاختیار میں ہے: واذا صحت الكفاله بالمكفول وان شناء طالب الكفيل وان شاء طالب الوصيل [29] یعنی اور جب کفالہ کا معاہدہ طے پا یا جائے تو مکفول لہ (قرض خواہ) اگر چاہے تو کفیل سے مطالبہ کرے تو اصیل سے مطالبہ کرے۔ کریڈٹ کارڈ کا معاملہ بھی تاجر کو کارڈ ہولڈر سے مطالبہ کا حق دیتا ہے اگرچہ اسے اس کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ نیشنل اور انٹر نیشنل سطح پر کارڈ جاری کنندہ بینک تاجروں کو حقوق ادا کرنے کی ضمانت اٹھاتے ہیں اور عملًا اسے پورا بھی کرتے ہیں۔

البتہ اس رائے پر ایک اعتراض یہ ہے کہ کفالہ پر اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ کفالہ عقد تبرع ہے اور تبرع و احسان اور طاعات پر معاوضہ درست نہیں۔ علامہ ابو بکر بن منذر نے اس پر فقہاء کا جماع نقل کیا ہے کہ اجمع من كل تحفظ عنه من اہل العلم على ، ان الجماعة يجعل ياخذه الحميل لاتحل ولا تجوز [30] یعنی تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تاوان پر ضامن کے لیے اجرت لینا حلال اور جائز نہیں۔ اسی طرح صاحب

شارح الوقایہ نے لکھا ہے کہ والاصل عندنا انہ لایجوز الاجارة علی الطاعات ولا علی المعاصی[31] ہمارے نزدیک اصول یہ ہے کہ طاعات اور گناہ کے کام پر اجرت جائز نہیں۔ تاہم بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ہونے والے کفالہ میں اجرت کا عنصر نہیں کیونکہ بینک مقررہ تاریخ پر کارڈ ہولڈر کی طرف سے قرض کی واپسی پر اجرت وصول نہیں کرتا۔ البتہ مقررہ تاریخ سے تاخیر پر زائد رقم کی وصولی پر سود کا اطلاق درست ہے۔ اور یہی ایک چیز کریڈٹ کارڈ کے جواز کو محل نظر بناتی ہے۔ چنانچہ اگر اس عنوان سے کریڈٹ کارڈ استعمال کرنے والا مقررہ تاریخ پر لازماً قرض واپس کرنے پورے بندوبست اور پختہ ارادہ سے استعمال کرے تو لوگوں کی حاجت، معاملات میں تیسیر اور دفع الحرج کے تقاضوں سے کریڈت کارڈ کے استعمال کا جواز راجح ہے۔[32]

ڈیجیٹل کرنسی کی فقہی حیثیت

اہل علم کی نظر میں یہ ایک فرضی کرنسی ہے۔ اس میں حقیقی کرنسی کے بنیادی اوصاف و شرائط موجود نہیں ہیں۔ بٹ کوائین یا ڈیجیٹل کرنسی کی خرید و فروخت یا ان کے ذریعہ خرید و فروخت محض دھوکا اور اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے۔ ان میں نہ تو کوئی مادی چیز ہے، نہ ہی قبضہ کی کوئی صورت ہوتی ہے بلکہ صارف کے اکاونٹ میں کچھ اعداد کی تبدیل یا اضافہ نظر آتا ہے۔ یہ فاریکس ٹریڈنگ Forex Trading کی طرح جدید قمار / جوئے کی ایک شکل ہے۔ نیز اسے دنیا تمام ممالک نے بے بنیاد، دھوکے، جوئے، جرائم اور غیر قانونی کاموں استعمال ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا ہے۔

خلاصہ بحث

انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے باہمی اشیاء کا تبادلہ کرتا ہے جس کی مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں رائج رہی ہیں جس میں بارٹر سسٹم Barter System، زرِبضاعتی کا نظام Commodity System، زر معدنی Metal System، زر ذہبی Gold System اور موجودہ زمانہ کی کاغذی کرنسی ، کریڈٹ کارڈ اور ڈیجیٹل کرنسی شامل ہیں۔ تبادلہ اشیاء کے ذرائع کو زر Currency کہا جاتا ہے جس کی حقیقی شکل سونا و چاندی ہے جبکہ زر غیر حقیقی کی دو اقسام ہیں زر اعتباری قانونی اور زر اعتباری غیر قانونی۔ زر اعتباری قانونی میں وہ تمام چیزیں ہیں جن سے اشیاء کا تبادلہ معروف ہو، اشیاء کی قدر و قیمت اور دولت کو محفوظ کرنے کا ایسا ذریعہ ہو جسے حکومتی سرپرستی حاصل ہو جبکہ زر اعتباری غیر قانونی میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کی قانونی زر کی حیثیت نہ ہو۔ جہاں تک تبادلہ اشیاء کے جدید ذرائع کا تعلق ہے تو ان میں کاغذی کرنسی، کریڈٹ کارڈ اور ڈیجیٹل کرنسی شامل ہیں جن میں سے کاغذی کرنسی کے بارے میں فقہی مختلف آراء کے باجود اسے مستقل زر کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اور کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ کی جانے والی خرید و فروخت کو اہل علم نے قرض، وکالہ، حوالہ اور کفالہ کے تحت درج کیا ہے اور اس کی ہر صورت پر تفصیلی فقہی بحث کی ہے جس کے نتیجہ میں اس کا درست مقام چند بنیادی شرائط کا لحاظ رکھنے کی

تاکیدات کے ساتھ کفالہ قرار دیا ہے۔ اور چونکہ معاصر ڈیجیٹل کرنسی زر کی حقیقت سے دور ہونے کی وجہ سے اہل علم کی نظر میں زر نہیں ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد ومجلة البحوث الاسلامیہ (ریاض: مکتبہ المملكة السعودية العربیہ، س ن)، 1/200

Āl Riāsat āl'āmat li Idārāt āl Būḥūwṯ āl'alamiyyat wa āl Iftā' wa āl da'wat wa āl Iršād wa mağlat āl Būḥūwṯ āl Islāmiyyat (Riāḍ: Maktabat āl mamlikat āl sa'ūwdiyyat āl'ārbiyyat, nd), 1/200

2 الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد ومجلة البحوث الاسلامیہ (ریاض: مکتبہ المملكة السعودية العربیہ، س ن)، 1/ 200

Āl Riāsat āl'āmat li Idārāt āl Būḥūwṯ āl'alamiyyat wa āl Iftā' wa āl da'wat wa āl Iršād wa mağlat āl Būḥūwṯ āl Islāmiyyat (Riāḍ: Maktabat āl mamlikat āl sa'ūwdiyyat āl'ārbiyyat, nd), 1/200

3 موجودہ کاغذی کرنسی کے بارے میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک کاغذی کرنسی اس بات کی دستاویز ہے کہ حامل ھذا اتنی مقدار سونے اور چاندی کا مالک ہے جبکہ بعض کے نزدیک یہ سامان اور عروض ہیں۔ کچھ اہل علم کے نزدیک زر اصطلاحی، رسیدیں، ڈرافٹ اور زر حقیقی ہے۔ ہر قول پر مباحث، سوال وجوابات اور مناقشات کا طویل سلسلہ کتب میں موجود ہے۔

4 ایک وقت تک یہ کرنسی گولڈ سٹینڈرڈ تھی جس میں اشیاء وخدمات یا سرمایہ کاری کی قدر سونے / چاندی سے کی جاتی ہے یعنی کاغذی کرنسی سونے کی مخصوص مقدار کو واضح کرتی تھی۔ کاغذی نوٹ حکومتوں کے پاس موجود سونے کے قائم مقام ہوتے تھے۔ حکومت نوٹوں کی تعداد گولڈ ریزرو Gold Reserves سے بڑھا سکتی تھی اور طلب پر سونے کی ادائیگی کی پابند ہوتی تھی لیکن بعد میں سب قوانین تکلفات سمجھ کر بدل دیئے گئے اور اب کرنسی بے بنیاد ہے۔

5 محمد بن عبد اللہ، رحلة ابن بطوطة المسماة تحفة النظار في غرائب الامصار وعجائب الأسفار (بیروت: دار الشرق، س ن)، 2/270

Mūhammad bin 'Ābdūllah, Raḥlat ibn e Baṭūwṭat āl Mūsamāat Tūḥfat āl Naẓāir fy Ġarāib āl āmṣār wa'ğāib āl Āsfār (Berūwt: Dār āl Šarq, nd), 2/ 270

6 الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن، الاقتصاد الاسلامی اسس ومبادی واھداف (بیروت: دار الفکر، س ن)، ص115

Dr. 'Abūllāh bin 'Abdūl Mūhsin, āl Iqtiṣād āl Islāmi ūssisūn wa Mabādiūn wa Āhdāf (Berut: Dār āl Fikr, nd), 115

7 وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، الموسوعہ الفقہیہ (کویت: دار السلاسل، 1427ھ)، 4/178

Wazārat āl Āwqāf wa āl Šūwūwn āl Islāmiyyat, āl Mūwsūw'at āl Fiqhiyyat (Kūwayt: Dār āl Salāsil, 1427A.H), 4/178

8 بینک آف انگلینڈ برطانیہ کا مرکزی بینک ہے جو 1694 میں سکاٹ لینڈ کے بینکار ولیم پیٹرسن William Paterson نے نجی ادارے کے طور پر قائم کیا جو انگلینڈ کے فرانس کے خلاف جنگ میں قرض دینے کی شرائط پر وجود میں آیا۔ بعد ازاں 1946 میں اسے قومی تحویل میں لیا گیا۔ (دیکھیے The Origin of Central Banking)

9 ابوزید بکر بن عبداللہ، بحث عن بطاقۃ الدئتمان (ریاض: مکتبہ السعودیہ، 1417ھ)، ص7

Ābūw Zaid Bakar bin ʿĀbdūllah, Baḥṯṯ ʿĀan Baṭāqaẗ āl Diʾtmān (Riāḍ: Maktabaẗ āl Saʿūwdiyyah, 1417 A.H), 7

10 فتحی شوکت مصطفی عرفات، بطاقات الدئتمان البنکیہ فی الفقہ الاسلامی (نابلس: جامع النجاح الوطنیہ، 2007ء)، ص 7

Fatḥi Šaūwkat Mūṣtafā ʿĀrfāt, Baṭāqāt āl Ditmān āl Bankiyyah fy āl Fiqh āl Islāmy (Nāblas: Ğāmiʿ āl Nağāḥ āl Waṭniyyah, 2007), 7

11 نور احمد شاہتار، کریڈٹ کارڈ، تاریخ، تعارف اور شرعی حیثیت (کراچی: سکالرز اکیڈمی، س ن)، 14

Nūwr Āḥmad Šāhtār , Credit Card, Taʿārūf, Tāriẖ āūwr Šarʿy Ḥaiṯiyt (Karāchi: Scholars Academy, nd), 14

12 محمد علی بن عبد الفری، بطاقات الدئتمان (جدہ: مجمع الفقہ الاسلامیہ، س ن)، 7/493

Mūhammad ʿĀli bin ʿabd Āl Farā, Biṭaqāt āl Ditmān (Ğaddah: Mağmaʿ āl Fiqh āl Islāmiyyah, ns), 7/493

13 فتحی شوکت مصطفی عرفات، بطاقات الدئتمان البنکیہ فی الفقہ الاسلامی (نابلس: جامع النجاح الوطنیہ، 2007ء)، ص4

Fatḥi Šaūwkat Mūṣtafā ʿĀrfāt, Baṭāqāt āl Ditmān āl Bankiyyah fy āl Fiqh āl Islāmy (Nāblas: Ğāmiʿ āl Nağāḥ āl Waṭniyyah, 2007), 4

14 محمد علی بن عبد الفری، بطاقات الدئتمان (جدہ: مجمع الفقہ الاسلامیہ، س ن)، 1/3

Mūhammad ʿĀli bin ʿabd Āl Farā, Biṭaqāt āl Ditmān (Ğaddah: Mağmaʿ āl Fiqh āl Islāmiyyah, ns), 7/493

15 وزارۃ الاوقاف والشئوون الاسلامیہ، الموسوعہ الفقہیہ (کویت: دار السلاسل، 1427ھ)، 1/207

Wazāraẗ āl Āwqāf wa āl Šūwūwn āl Islāmiyyaẗ, āl Mūwsūwʿaẗ āl Fiqhiyyaẗ (Kūwayt: Dār āl Salāsil, 1427A.H), 1/ 207

16 فقہی اعتبار سے اس کی مماثلت بیع الصرف سے ہے جس میں دو طرفہ سونے/چاندی کا باہم تبادلہ ہوتا ہے جس کی دیگر ضروری شرائط میں سے ایک اہم شرط مجلس عقد میں دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

17 الدکتور عمر بن عبد العزیز، الرباء والمعاملات المصرفیہ فی نظر الشریعۃ (بیروت: دار العاصمہ للنشر والتوزیع، س ن) ص 321

Dr. ūmar bin ʿAbūl ʿAzyz, āl Ribā wāl Mūāmlāt āl Masrafiyyaẗ fy Naẓr āl Šariʿaẗ (Berut: Dār āl ʿAṣimaẗ li āl Našr wa āl Tawziyʿ, nd), 321

18 ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت (کراچی: فضلی سنز، 1998ء) ص 60

Dr. Nūwr Āḥmad Šāhtāz, Credit Card, Taʿārūf, Tāriẖ āūwr Šarʿy Ḥaiṯiyt (Karāchi: Fazli Sons, 1998), 60

[19] امام احمد رضا خان، کفل الفقیہ فی احکام قرطاس الدراھم (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن)، ص 33

Imām Āḥmad Razā Ḫān, Kafiyl āl Faqhih fy Āḥkām āl Qirṭās āl Dirāim (Berūwt: Dār āl Kūtūb āl ʿalamiyyah, nd), 33

[20] مفتی عارف محمود، کریڈٹ کارڈز کا تعارف اور فقہی جائزہ (کراچی: مکتبہ عمر فاروق، 2015ء)، ص 80

Mūfty ʿārif Maḥmūwd, Credit Cards kā Taʿārūf āūr Fiqhi Ğāizah (Karāchi: Maktabaẗ Uūmar Fārūwq, 2015), 80

[21] محمد بن ابی سہیل سرخسی، المبسوط (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء)، 2/55

Mūḥammad bin Ābi Sahal Saraḫsi, āl Mabsūwṭ (Berūwt: Dār āl Kūtūb āl ʿalamiyyah, 1994), 2/55

[22] مسعود بن عمر التفتازانی، شرح العقائد النسفیہ (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2014ء) 3/362

Masʿūwd bin ʿUmr Taftāzny, Šaraḥ āl ʿaqāid āl Nasfiyyaẗ (Berūt: Dār Āḥyāʾ āl Tūrāṯ āl ʿarby, 2014), 3/ 362

[23] عبداللہ بن محمود موصلی، کتاب الاختیار (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، 2/431

ʿAbdūllah bin Maḥmūwd Mūwṣli, āl Iḫtiyār (Lahore: Maktabaẗ Raḥmāniyyah, nd), 2/ 431

[24] عبداللہ بن محمود موصلی، کتاب الاختیار (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، 2/3

ʿAbdūllah bin Maḥmūwd Mūwṣli, āl Iḫtiyār (Lahore: Maktabaẗ Raḥmāniyyah, nd), 2/ 3

[25] محتال علیہ فوت ہو جائے یا مفلس ہو جائے یا اپنے معاہدہ کو توڑ ڈالے وغیرہ اگرچہ بظاہر بینک سے معاہدہ میں ان کا امکان کم ہے۔

[26] صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود، شرح الوقایہ (کراچی: مکتبہ بشریٰ، 2020ء)، 3/245

Ṣadrū Šriẗ, ʿadūllah bin Masʿūwd, Šarḥ āl Wiqāyyah (Karāchi: Maktabaẗ āl Būšra, 2020), 3/ 245

[27] عبداللہ بن محمود موصلی، کتاب الاختیار (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، 2/441

ʿAbdūllah bin Maḥmūwd Mūwṣli, āl Iḫtiyār (Lahore: Maktabaẗ Raḥmāniyyah, nd), 2/ 441

[28] دَین صحیح فقہی اصطلاح ہے جس سے مراد وہ قرض ہے جو اداء کرنے سے یا قرض خواہ کی طرف سے بری کرنے سے ذمہ سے ساقط ہو۔ دیکھیے شرح الوقایہ، 3/209

[29] عبداللہ بن احمد ابن قدامہ، المغنی شرح مختصر الخرقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1405ھ)، 2/197

ʿbdūllah bin Āḥmad Ibn e Qūddāmah, āl Mūġny Šarḥ āl Mūḫtaṣar āl Ḫarqi (Berūt: Dār āḥyāʾ āl Tūrāṯ āl ʿarbi, 1405), 2/ 197

[30] محمد بن ابراہیم ابن منذر، الاشراف علی مذاہب اہل العلم (بیروت: دار الفکر للنشر والطباعۃ والتوزیع، 1993ء)، 1/ 120

Mūḥamamad bin Ibrāhim Ibn e Manḏar, āl Išrāf ʿalā Maḏāhib āhlil ʿlm (Berūwt: Dār āl Fikr lil Našr wa āl Tabāʿah, wa āl Taūwziʿ, 1993), 1/ 120

[31] صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود، شرح الوقایہ (کراچی: مکتبہ بشریٰ، 2020ء)، 3/582

Ṣadrū Šriẗ, ʿadūllah bin Masʿūwd, Šarḥ āl Wiqāyyah (Karāchi: Maktabaẗ āl Būšra, 2020), 3/ 582

[32] جہاں تک اہل علم کا یہ کہنا کہ سودی معاملہ میں ہر طرح کی شرکت ممنوع ہے تو ایسے شخص کا کریڈٹ کارڈ کے معاہدہ میں خاص شرائط کے ساتھ سود دینے پر رضامندی کا اظہار اس گناہ میں شریک ہونا ہے۔ لہٰذا کریڈٹ کارڈ کا اس طرح کا استعمال درست نہیں۔ اس موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مجبوری کی حالت میں کریڈٹ کے استعما کی اہل علم نے گنجائش دی ہے کیونکہ اس شرط کو تبدیل کروانا صارف کے لیے ممکن نہیں جبکہ وہ سود ادانہ کرنے کا قوی ارادہ بھی رکھتا ہو تو الا من أكره ----الخ کی روسے ایسا شخص سودی معاملہ کرنے کی وعید سے بری ہو سکتا ہے جیسے اہل علم نے کمپنی کے حامل شیئرز کو اس کے سودی معاملات سے Annual General Meeting میں اعلان برأت کرنے پر اس کمپنی کے شیئرز خریدنے کی اجازت دی ہے حالانکہ کمپنی کے شیئرز کی خریداری کوئی مجبوری کا معاملہ بھی ہے۔